© rasailojaraid.com

ایک آیت قرآنی سے غلط استدلال

سوال: - سورۂ ہود کی حسب ذیل آیات مہدویوں کے نزدیک بڑی اہم ہیں جن سے حضرت سید محمد جونپوری کی مہدویت کا ثبوت نکالا جاتا ہے:-

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۗ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ -

اس آیت میں "بَيِّنَةٍ" "يَتْلُوْهُ شَاهِدٌ" اور "كِتٰبُ مُوْسٰٓى" کو ایسی خصوصیات کا حامل سمجھا جاتا ہے جن کی بنا پر وہ کہتے ہیں کہ "اَفَمَنْ" کے "مَنْ" سے کوئی خاص ہستی ہی مراد لی جاسکتی ہے۔ نہ کہ کوئی غیر معین شخص۔ آگے چل کر "فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ" میں چونکہ خطاب خود رسول اللہ سے ہے کہ آپ اس بارے میں شک میں نہ پڑیں تو اس سے یہ حجت قائم کی جاتی ہے کہ "فَمَنْ" کے "مَنْ" سے ذات رسول مراد نہیں لی جاسکتی بلکہ یہاں اشارہ ذات مہدی کی طرف ہے۔

ان امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے آیت کی تشریح فرمائیے۔

جواب: - آپ نے یہ نہیں ظاہر فرمایا کہ مہدوی اس آیت سے کس طرح استدلال کرتے ہیں، اس وجہ سے جواب میں ان کے دلائل کو پیش نظر رکھنا مشکل ہے۔ البتہ ہم آیت کی صحیح تاویل بالاختصار بیان کر دیتے ہیں، اس سے غلط توہمات کی بنیاد خود بخود ڈھے جائے گی۔

اس آیت سے اوپر کی آیات میں، کفار قرآن کی جو مخالفت کر رہے تھے اس کا بیان اور ساتھ ہی اس کا جواب ہے، اس کے بعد یہ بتایا گیا ہے کہ کون لوگ اس کتاب پر ایمان لائیں گے اور کون لوگ نہیں ایمان لائیں گے۔ اس کی تفصیل یوں بیان فرمائی۔ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ الآیة (کیا وہ لوگ جو اپنے رب کی جانب سے ایک بصیرت رکھتے ہوں اور اس کے بعد ان کے سامنے ایک شاہد آئے خدا کی جانب سے اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب امام اور رحمت بن کر آچکی ہے۔ وہی لوگ اس پر ایمان لائیں گے اور جو اس کا انکار کریں گے جماعتوں میں سے تو جہنم ان کی وعدہ گاہ ہے۔ پس تم اس کی طرف سے شک میں نہ پڑو وہی حق ہے تمہارے رب کی جانب سے لیکن اکثر لوگ ایمان نہ لائیں گے (۱۷، ہود)

اس میں ایمان لانے والی جماعت اور اس کے وجوہ ایمان کی وضاحت کر دی گئی ہے لیکن ایمان نہ لانے والوں کے صرف انجام کو بیان کیا گیا ہے، ان کے ذکر کو حذف کر دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک مقابل کا ذکر دوسرے مقابل پر خود دلیل تھا اور استفہامیہ جملوں میں یہی اسلوب عام ہے اور اس کی مثالیں قرآن مجید میں بکثرت ہیں۔ اگر اس محذوف کو ظاہر کر دیا جائے تو پوری عبارت یوں ہوگی "کیا وہ لوگ جو اپنے رب کی جانب سے بصیرت رکھتے ہیں اور وہ لوگ جو بصیرت سے محروم ہیں یکساں ہوں گے؟ ــــ دونوں اس قرآن کے باب میں یکساں نہیں ہو سکتے۔ اس پر ایمان صرف پہلا گروہ لائے گا" اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے اندر اولاً تو خدا کی بخشی ہوئی بصیرت موجود ہے جس سے وہ سمجھتے ہیں کہ اس دنیا کا ایک خالق ہے، وہ وحدہ لاشریک ہے، اس کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شکر گذاری واجب ہے، وہ انسانوں کو شتر بے مہار نہیں چھوڑے گا بلکہ اس نے جزا کا ایک دن ضرور مقرر کیا ہے اور اس دن نیکو کار اپنی نیکیوں کا، اور بدکار اپنی بدیوں کا بدلہ پائیں گے۔ ثانیاً ان کے پاس خدا کی طرف سے ایک شاہد آگیا جو انہی حقیقتوں کی شہادت دیتا ہے اور وہ اپنی فطری بصیرت سے جن باتوں کو خود حق خیال کرتے تھے انہی کو وہ مزید مبرہن، مدلل اور آشکارا کرتا ہے۔ اس ہم آہنگی کی وجہ سے وہ اس سے کوئی بیگانگی نہیں محسوس کرتے بلکہ اس کو اپنا دوست آشنا اور اپنے ہی دل کی بات کہنے والا سمجھتے ہیں۔ ثالثاً وہ دیکھتے ہیں کہ اس سے پہلے تورات آچکی ہے جو اسی طرح آسمانی وحی کا صحیفہ ہے۔ اس میں اس کی پیشینگوئیاں درج ہیں اور اس کی تعلیمات میں اصولاً کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ بصیرت اور وحی الٰہی کی اس کے ساتھ مطابقت اور پھر توریت کی ان ساری باتوں کی طرف امام (Guide) کی طرح رہنمائی ان کے لیے کسی بحث وجدال کا موقع نہیں چھوڑتی اور وہ تمہاری باتوں پر سنتے ہی ایمان لاتے ہیں۔ باقی رہے وہ لوگ جو اپنی فطرت کو مسخ کر چکے ہیں، اور تمہاری باتیں سرے سے سننے ہی نہیں ہیں اور توریت کو بھی پس پشت ڈالے ہوئے ہیں ان سے ایمان کی توقع نہ رکھو۔ یہ سب لوگ خواہ کفار قریش میں سے ہوں یا یہود میں سے یا نصاریٰ میں سے سب کا ٹھکانا جہنم ہے اور ان سب کی متحدہ مخالفت کی وجہ سے تمہارے دل میں یہ گمان نہ گزرے کہ تمہاری دعوت ہی میں کوئی غلطی ہے۔ تمہارے رب کی طرف سے اترا ہوا حق تو یہی ہے جو تم پیش کر رہے ہو لیکن ان میں سے اکثر ایمان نہیں لائیں گے۔

یہ آیت کا سیدھا سادہ مطلب عرض ہوا ہے۔ اب اس کے بعد اسی سورہ سے ہم اس آیت کے شواہد نقل کرتے ہیں تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ آیت کا جو مطلب ہم نے بیان کیا ہے قرآن کے دوسرے مواقع سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

قَالَ يَا قَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كُنْتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ
مِنْ رَبِّي وَآتَانِي رَحْمَةً مِنْ عِنْدِهِ فَعُمِّيَتْ
عَلَيْكُمْ أَنُلْزِمُكُمُوهَا وَأَنْتُمْ لَهَا كَارِهُونَ

کہا اے میری قوم کے لوگو! بتاؤ تو سہی اگر میں بینہ پر ہوں اپنے رب کی جانب سے اور اس نے مجھے بخشی اپنے پاس سے رحمت اور وہ تم سے پوشیدہ ہو جائے تو کیا ہم اس کو تم پر زبردستی چپکا دے سکتے ہیں درانحالیکہ تم اس سے نفرت کر رہے ہو۔

اس آیت میں "بینہ" سے مراد وہ فطری بصیرت ہے جو نبی میں بعثت سے پہلے موجود ہوتی ہے اور رحمت سے مراد وحی ہے جو اس کی فطرت کے بالکل مطابق ہوتی ہے اور جس سے انکار کرنا اپنی فطرت سے لڑنے کے ہم معنی ہے۔ نبی کی قوم میں سے جن لوگوں کی فطرت مسخ نہیں ہوتی ہے وہ بھی اس وحی کو اپنے دل کی صدا ہی سمجھ کر قبول کرتے ہیں، البتہ جو لوگ اپنی فطرت کو مسخ کر لیتے ہیں ان کے اندر اس روشنی کے نفوذ کے لیے کوئی راہ باقی نہیں رہتی ہے اور کسی کے بس میں نہیں ہے کہ وہ وحی کی تعلیمات کو ان کے اوپر چپکا سکے۔

حضرت صالح فرماتے ہیں:۔

قَالَ يَا قَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كُنْتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ
مِنْ رَبِّي وَآتَانِي مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَنْصُرُنِي مِنَ
اللَّهِ إِنْ عَصَيْتُهُ

کہا اے قوم بتاؤ تو سہی اگر میں ایک بینہ پر ہوں اپنے رب کی جانب سے اور وہ اپنے پاس سے مجھے رحمت بخشے تو اس کے بعد اگر میں اس کی نافرمانی کروں گا تو کون اس کے مقابلہ میں میری مدد کرے گا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یعنی فطرت اور وحی دونوں کی رہنمائی کے بعد بھی اگر میں خدا کی نافرمانی کروں تو خدا کے غضب سے مجھے کون بچا سکے گا۔

حضرت شعیب علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ کُنْتُ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَرَزَقَنِیْ مِنْہُ رِزْقًا حَسَنًا

کہا اے قوم بتاؤ تو سہی اگر میں اپنے رب کی جانب سے ایک بینہ پر ہوں اور وہ مجھے بخشے اپنی طرف سے اچھی روزی۔

اس آیت میں بھی بینہ سے مراد فطری بصیرت ہے البتہ وحی کے لیے رزق حسن کا لفظ یہاں آیا ہے اور وحی کی یہ تعبیر قرآن میں بھی موجود ہے اور اگلے صحیفوں میں بھی کلام الٰہی کو رزق سے تعبیر کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ آدمی صرف روٹی سے نہیں جیتا بلکہ اس کلمہ سے جیتا ہے جو خدا کی طرف سے آتا ہے۔

تلا یتلو کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ تلاوت کرنا اور کسی شے کا کسی چیز کے پیچھے آنا۔ یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں۔ اگر تلاوت کے معنی لیے جائیں تو ضمیر مفعول کا مرجع مَایُوْحٰی اِلَیْکَ ہوگا جس کا ذکر آیت ۱۲ میں بھی ہوا ہے۔ اور بعد میں آیات ۱۴، ۱۳ میں بھی ہے۔ اور پیچھے آنے کے معنی لیے جائیں تو ضمیر کا مرجع بینہ کا لفظ ہوگا۔ اور باعتبار مفہوم ضمیر مذکر کی لائی گئی ہے جو عربی زبان اور قرآن میں معروف ہے یعنی بینہ سے برہان اور دلیل وغیرہ مراد لے لیں گے۔

شَاهِدٌ سے مراد حضرت جبریل بھی ہو سکتے ہیں اور آنحضرت صلعم بھی اور وحی الٰہی بھی، اور یہ تینوں باعتبار حقیقت ایک ہیں۔ آنحضرت صلعم کے لیے شاہد حضرت جبریل امین ہیں اور دوسروں کے لیے آنحضرت صلعم اور قرآن حکیم۔

مَنْ سے مراد یہاں کوئی خاص شخص نہیں ہے۔ اولاً تو مَنْ سے کسی خاص شخص کو مراد لینا عربیت کے خلاف ہے۔ اصلاً یہ نکرہ کے لیے آتا ہے۔ ثانیاً یہاں اس بات کی تصریح ہو گئی ہے کہ مَنْ سے مراد یہاں جماعت ہے کیونکہ اُولٰٓئِکَ کا اشارہ مَنْ کی طرف ہے اور اُولٰٓئِکَ جمع کے لیے ہے نہ کہ واحد کے لیے۔ چنانچہ فعل بھی یُؤْمِنُوْنَ جمع استعمال ہوا ہے۔

فَلَا تَکُ فِیْ مِرْیَۃٍ مِّنْہُ میں ضمیر مجرور کا مرجع مَایُوْحٰٓی اِلَیْکَ ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے (آیت ۱۲) آنحضرت صلعم کو اس وحی الٰہی کے منجانب اللہ ہونے میں شک نہیں تھا، لیکن اس کی مخالفت اس شدت وقوت کے ساتھ اور پوری قوم کی طرف سے ایسی ہم آہنگی کے ساتھ ہو رہی تھی کہ آنحضرت صلعم کا عزم تبلیغ اس متحدہ مخالفت کے مقابل میں ضعیف ہو رہا تھا، اور جیسا کہ فطرت انسانی کا خاصہ ہے کہ سورج کی طرح واضح بات بھی اگر اس کی متحدہ مخالفت کی جائے تو کہنے والے کی نظر میں دھندلی ہونے لگتی ہے، اس وجہ سے اس موقع پر سخت ضرورت تھی کہ آنحضرت صلعم کے عزم ویقین کو برقرار رکھنے کے لیے آپ کو تسلی دی جائے۔ چنانچہ اس آیت کے اوپر کی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کس قدر سخت حالات سے آنحضرت صلعم دوچار تھے اور آپ کے قلب کی پریشانیوں کا کیا حال تھا (فَلَعَلَّکَ تَارِکٌۢ بَعْضَ مَا یُوْحٰٓی اِلَیْکَ وَضَآئِقٌۢ بِہٖ صَدْرُکَ اَنْ یَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ کَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَہٗ مَلَکٌ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِیْرٌ)

اس آیت کی نظیر اس سے پہلے والی سورہ، سورہ یونس میں موجود ہے جس سے اس مفہوم کی مزید تشریح ہو جاتی ہے۔ فَاِنْ کُنْتَ فِیْ شَکٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ فَسْـَٔلِ الَّذِیْنَ یَقْرَءُوْنَ الْکِتٰبَ، لَقَدْ جَآءَکَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ وَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ فَتَکُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْہِمْ کَلِمَتُ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(اگر تم شک میں ہو اس چیز کے متعلق جو ہم نے تمھاری طرف اتاری ہے تو ان لوگوں سے پوچھو جو تم سے پہلے سے کتاب کی تلاوت کر رہے ہیں (یعنی اہل کتاب) تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے حق آیا ہے تو تم شک کرنے والوں میں سے نہ ہو اور نہ ہو ان لوگوں میں سے جنھوں نے اسکی آیات کی تکذیب کی ہے کہ نامرادوں میں سے ہو جاؤ۔ بے شک جن لوگوں پر تیرے رب کا کلمہ حق ہو چکا ہے وہ اس کتاب پر ایمان نہیں لانے کے)

اس طرح کے مواقع پر شک اور تذبذب وغیرہ کی جو نسبت نبی کی طرف کی جاتی ہے اس کی ایک وجہ تو وہی ہے جو اوپر بیان ہوئی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ان مواقع میں نبی بحیثیت اپنی امت کے وکیل کے مخاطب ہوتا ہے اور امت میں بہتیرے ایسے ہو سکتے ہیں کہ دوسروں کی متحدہ مخالفت کے سبب سے ان کی نظروں میں وہ حق مشتبہ ہو جائے جس پر وہ ایمان لائے ہیں۔ یہ حالت نیک نیت سے نیک نیت انسان پر بھی طاری ہو سکتی ہے۔ ایک نیک نیت آدمی جب دیکھتا ہے کہ جس بات کو وہ مان رہا ہے اس کے سوا سب اس کے خلاف ہیں اور پوری قوت کے ساتھ اس کی تکذیب کر رہے ہیں تو کبھی کبھی اس کا یقین بھی متزلزل ہونے لگتا ہے کہ ممکن ہے میں ہی غلطی پر ہوں۔ اس طرح کے مواقع میں نبی پر جو اظہار عتاب ہوتا ہے اگرچہ ظاہر میں اس کا خطاب نبی کی طرف ہوتا ہے لیکن در اصل اس کی خفگی کا رخ ان لوگوں کی طرف ہوتا ہے جو حق کی تکذیب کرتے ہیں۔

ان مختصر اشارات سے امید ہے کہ آیت کا صحیح مفہوم آپکے سامنے آجائے گا۔ اگر کوئی بات مزید توضیح کی محتاج ہو تو اس کو کمرر دریافت فرما سکتے ہیں۔

© rasailojaraid.com